Volume 04, Issue 01,
January-March 2026
PP: 275-283
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

https://doi.org/10.63283/IRJ.04.01/21

Article QR

اردو ماہیا اور تکنیک

Urdu Māhiyā and Its Technique

Nazia Salamt[1]*, Dr. Aamar Iqbal[2]

Article History

Received
11-03-2026

Accepted
29-03-2026

Published
31-03-2026

Abstract & Indexing

Abstract

Languages continuously evolve through interaction with other linguistic traditions and possess the capacity to assimilate words, idioms, proverbs, literary expressions, and genres from diverse sources. Urdu is particularly notable in this regard, as its historical development reflects an exceptional openness to linguistic and literary influences. It has extensively borrowed from major languages such as Arabic and Persian, incorporating not only vocabulary and idiomatic expressions but also a wide range of literary genres. Prominent poetic forms adopted and adapted by Urdu include qaṣīdah, sī ḥarfī, ghazal, rubāʿī, marsiyah, qiṭʿah, and mathnawī. Similarly, Urdu prose has benefited considerably from other literary traditions, incorporating major genres such as the novel, drama, and short story, which have subsequently become integral components of Urdu literature.In addition to Arabic and Persian influences, Punjabi language and literature have also played a significant role in the development and enrichment of Urdu. Urdu has incorporated numerous Punjabi words, idiomatic expressions, and poetic forms, including kāfī, ṭappah, dohṛā, and māhiyā. Of particular significance is the māhiyā, a traditional Punjabi poetic form that, despite experiencing a decline in its original literary context, gained renewed recognition and prominence after being adopted into Urdu. Over time, it developed into an established short poetic genre within Urdu literature. Numerous distinguished Urdu poets experimented with the māhiyā and contributed significantly to its literary development and popularization. This study therefore examines the process through which Punjabi literary traditions, particularly the māhiyā, were assimilated, transformed, and established within Urdu literary discourse.

Keywords:

Urdu Literature, Punjabi Literature, Linguistic Borrowing, Language Evolution, Literary Genres, Māhiyā, Kāfī, Ṭappah, Dohṛā, Arabic and Persian Influence, Urdu-Punjabi Literary Interaction, Cultural Exchange, Poetic Tradition.

[1] *PhD Scholar, Department of Urdu, Muslim Youth University, Islamabad.* ***Corresponding Author***
naziasalamat1516@gmail.com
[2] *Assistant Professor, Department of Urdu, Muslim Youth University, Islamabad.*

All Rights Reserved © 2026 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

زبانیں دوسری زبانوں سے استفادہ کرتی رہتی ہیں۔ دوسری زبانوں کے الفاظ، محاورات، ضرب الامثال کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اُردو زبان اس حوالے سے قابل ذکر زبان ہے کہ اس میں دوسری زبانوں کی نسبت دیگر زبانوں سے اخذ و استفادہ کی صلاحیت زیادہ ہے۔ اُردو زبان نے دیگر بڑی زبانوں عربی اور فارسی سے نہ صرف الفاظ و محاورات کو قبول کیا ہے بلکہ نمایاں اصناف کو بھی اپنے اندر ضم کیا ہے۔ جن میں قصیدہ، سہ حرفی، غزل، رباعی، مرثیہ، قطعہ اور مثنوی قابل ذکر ہیں۔ نثری اصناف میں بھی اردو نے دوسری زبانوں سے استفادہ کیا ہے اور ناول، ڈرامہ اور افسانہ جیسی بڑی اصناف کو نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ اُردو ادب کا بڑا حصہ ان اصناف پر مشتمل ہے۔ اسی طرح اردو نے پنجابی زبان و ادب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ الفاظ و محاورات کے ساتھ ساتھ بہت سی شعری اصناف کو نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ وقت کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ جو اصناف پنجابی میں زوال شدہ قرار دے دی گئی تھیں ان کو عروج بخشا اور باقاعدہ ایک صِنف کے طور پر پروان چڑھانے میں معاون ثابت ہوئی ہے۔ پنجابی سے قبول کی جانے والی اصناف میں کافی، ٹپہ، دوہڑا اور ماہیا اہمیت کی حامل اصناف ہیں۔ اردو میں در آنے کے بعد بعد دیگر اصناف کی طرح ماہیا کو بھی بہت شہرت حاصل ہوئی اور اُردو میں باقاعدہ ایک مختصر صنفِ سُخن کے طور پر متعارف ہوئی۔ اُردو کے بہت سے نامور شعراء ماہیا میں طبع آزمائی کر کے ماہیا کو پروان چڑھانے میں معاون ثابت ہوئے۔

ماہیا بنیادی طور پر پنجابی زبان و ادب کی صنفِ سُخن ہے اور پنجابی سے اُردو میں در آئی ہے۔ یہ خالصتاً دیہاتی عوام کا لوک گیت ہے جس کو پنجاب کے تقریباً ہر علاقے اور ہر دیہات میں گایا اور سنا جاتا ہے۔ پنجابی ادب میں اس صنف کو لوک گیت کا درجہ حاصل ہے۔ ماہیا دیہات کا عوامی گیت ہے جس کا تخلیق کار کوئی ایک شخص نہیں ہوتا بلکہ پورا معاشرہ ماہیے کی تخلیق میں شامل ہوتا ہے۔ خصوصاً عورتیں اور لڑکیاں شادی بیاہوں پر اپنے جذبات و احساسات کا بیان ماہیے کے انداز میں کرتی ہیں۔ تاہم یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ماہیا بنیادی طور پر ایک دُھن ہے جس کو الفاظ کا جامہ پہنا کر ایک خاص انداز میں ادا کیا جاتا ہے۔ ماہیا زندگی کے تمام پہلوؤں کو اختصار اور سادہ الفاظ میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے اُردو میں در آنے کے بعد اس صِنف میں ہر طرح کی ذہنی سطح کے مالک شعراء نے طبع آزمائی کی ہے۔ ماہیا فلمی گیتوں سے لے کر کتابوں، رسائل و جرائد اور اخبارات کی زینت رہا ہے۔ پنجابی زبان و ادب میں ماہیا کی ابتدائی تخلیق اور آغاز کے متعلق کوئی حتمی رائے نہیں قائم کی جا سکتی۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ پنجابی ماہیا پنجاب کے ہر علاقے میں معمولی تبدیلیوں اور مختلف ناموں کے ساتھ صدیوں سے رائج و مقبول ہے۔ تاہم اُردو میں در آئے ہوئے اسے سو سال مکمل نہیں ہو سکے۔ اردو میں ابتدائی ماہیے بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں تحریر کیے گئے۔ پنجابی ماہیا جب اُردو میں رائج ہوا تو شعراء نے اختصار اور سہل پسندی کے باعث اس میں طبع آزمائی شروع کی۔ مختلف ذہنی سطح رکھنے والے شعراء نے اپنے اپنے علم کے مطابق طبع آزمائی کی۔

اردو ماہیے کے آغاز اور ابتداء کے متعلق محققین کے ہاں تضاد پایا جاتا ہے۔ جس کا براہ راست تعلق ماہیے کی تحریری ہیئت اور اوزان کے متعلق ہے۔ ماہیا کی صِنف اُردو میں ایک متنازعہ صنفِ سُخن کے طور پر جانی جاتی ہے، جب کوئی زبان کسی دوسری زبان سے اخذ و استفادہ کرتی ہے تو مختلف اصناف کو اپنے اندر ضم کر لیتی ہے۔ خصوصاً جب کوئی شعری صِنف کسی دوسری زبان میں قبول کی جاتی ہے تو صِنف کے ساتھ ساتھ اس صِنف کے تمام تر لوازمات اور تکنیکی خدوخال کو بھی ہو بہو قبول کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس صِنف کی تمام تر رعنائی، دلکشی اور انفرادیت قائم رہے۔ کوئی بھی صنف چاہے شعری صِنف ہو یا نثری صنفِ سُخن ہو، جب کسی دوسری زبان میں منتقل ہوتی ہے تو اپنی شناخت اور اہمیت کو قائم رکھنے کے لیے اپنے تمام تر اصول و ضوابط اور تکنیکی پابندیوں کو بھی اپنے ساتھ منتقل کر لیتی ہیں۔ اس طرح سے صنف کی مخصوص اہمیت، انفرادیت اور دلچسپی قائم رہتی ہے۔ اسی طرح سے جب ماہیا کی صنف پنجابی سے اُردو میں در آئی تو اس مخصوص صنف کے تمام تر لوازمات اور تکنیکی خدوخال کو ہو بہو تسلیم کر لیا جانا چاہیے تھا کہ ماہیا کا اصل تشخص اور شناخت قائم رکھی جا سکے۔ لیکن ابتداء میں ماہیے تحریر کرنے والوں نے ماہیے کے پنجابی

اوزان اور ہیئت کو فراموش کرتے ہوئے غلط اوزان میں ماہیے تخلیق کرنا شروع کر دیئے۔ ایسے شعراء جو خالصتاً پنجابی نہیں تھے اور نہ ہی پنجابی زبان کے قواعد و ضوابط سے واقفیت رکھتے تھے۔ محض اپنی تفریحِ طبع کی خاطر غلط اوزان اور ہیئت میں ماہیے تحریر کر کے اصل پنجابی کے وزن کو پس پشت ڈال گئے جس سے ماہیے کا اصل رنگ اور ڈھنگ تبدیل ہو کر رہ گیا۔

ابتداء میں بعض شعراء نے محض ماہیے کی ہیئت اور انفرادیت سے متاثر ہو کر تین مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل ماہیے تحریر کرنا شروع کیے، جو کہ پنجابی ماہیے کے وزن سے مختلف تھے۔ تین مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل ماہیے کی تقلید میں ایک گروہ باقاعدہ ماہیے تحریر کرتا رہا۔ جس سے ماہیے کی اصل پنجابی شناخت اور انفرادیت میں تضاد پیدا ہوا۔ اس طرح ماہیا اردو میں در آنے کے بعد کئی دہائیوں تک تضادات اور اعتراضات کا شکار رہا۔ تین مصرعوں کی صورت میں ماہیے تحریر کرنے والوں میں اکثر شعراء وہ تھے جو پنجابی زبان اور پنجابی قواعد سے یکسر نا آشنا تھے اور محض سہل پسندی اور تفریحِ طبع کی خاطر ماہیے تخلیق کرتے رہے۔

ماہیا اگرچہ ڈیڑھ مصرعہ پر مشتمل مختصر صنفِ سُخن ہے جس کی مخصوص دُھن اور لَے ہے۔ ماہیا بطور گیت ایک الگ دُھن کا مالک ہے۔ اردو میں در آنے کے بعد ماہیا کو تین مساوی الاوزان مصرعوں پر مشتمل ثلاثی نما صنف سُخن کے طور پر رائج کرانے کی مختلف کوششیں شروع کر دی گئیں۔ جس سے نہ صرف ماہیے کا تشخص مجروح ہوا بلکہ ماہیا کی انفرادیت اور جاذبیت میں بھی نمایاں تبدیلی دیکھنے میں آئی۔ ابتداء میں شعراء پنجابی ماہیے کے اصل وزن کو نہ پہچان سکے اور ماہیے کے من گھڑت اوزان اور بحریں وضع کر کے ماہیے میں نام پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اردو میں ماہیا کی شہرت و مقبولیت سے قبل شعرائے کرام ہائیکو، ثلاثی اور سہ مصرعی جیسی اصناف میں قلم فرسائی فرما رہے تھے۔ چوں کہ یہ بھی مختصر اصناف میں شمار ہوتی ہیں اور تین مصرعوں میں ہی ادا کی جاتی ہیں۔ اس لیے ابتداء میں شعراء نے ہائیکو اور سہ مصرعی جیسی اصناف سے پیچھا چھڑا کر ماہیا کی طرف رجوع کیا اور تھوڑی سی محنت کے بعد ماہیے کو سہ مصرعی صنفِ سُخن کے طور پر تخلیق کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ ماہیا کی صنف اُردو میں نو وارد تھی اس لیے بہت سے شعراء اس کی تخلیق میں شامل ہوتے گئے۔ پنجابی سے اُردو میں آنے سے متعلق ایک روایت ظہیر غازی پوری کے ہاں ملتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”میرا خیال ہے کہ اُردو میں ماہیا نگاری کو تحریک ہائیکو نگاری سے ملی، ہائیکو جاپانی صنفِ سُخن ہے اور یہ بھی تین مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس کے لیے بحر مخصوص نہیں ہے مگر ”سیلے بلس“ کی قید ہے۔ چونکہ تین مصرعوں والی صنف ماہیا پنجاب ، کشمیر، ہزارہ اور سندھ وغیرہ میں بے حد مقبول تھی لہٰذا اس عہد کے شعراء نے اسے ادبی حیثیت دینے کی کوشش کی ہو گی اور 1937ء میں ماہیے لکھے جانے لگے ہوں گے۔“[1]

پنجابی زبان و ادب میں ماہیے لکھنے کا جو قدیم کلاسیکی انداز تھا وہ ڈیڑھ مصرعہ پر مشتمل تھا، لیکن جب اُردو میں در آیا تو ابتداء میں تین مصرعوں پر مشتمل سہ مصرعی صنفِ سُخن کے طور پر رائج و مقبول ہوا۔ یہ ماہیے کے تین مصرعوں پر مشتمل ہونے کی رائے اور طریقۂ تحریر ان شعراء کے ہاں موجود رہے جو کہ نہ تو خالصتاً پنجابی تھے اور نہ ہی پنجابی اوزان و قواعد سے آشنا تھے۔ ناقدین کے ہاں ماہیے کے متعلق جو اعتراض زیر بحث رہا وہ بنیادی طور پر ماہیا کی تحریری ہیئت اور اوزان کے حوالے سے تھا۔ اس اعتراض کے متعلق ناقدین اور محققین نے رسائل و جرائد اور اخبارات میں بہت سارے کالم اور مضامین تحریر کیے اور ماہیا کے اوزان اور ہیئت کے متعلق اپنی آراء اور نظریات کو قلم بند کیا۔ اس سارے علم میں اگرچہ ماہیا ایک متنازعہ صنفِ سُخن کے طور پر اُردو میں پروان چڑھا۔ تاہم اس بحث مباحثے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ ماہیے کو اجتماعی سطح پر پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ اس مباحثے میں بہت سارے وہ شعراء جو ماہیے کی طرف راغب نہیں تھے وہ بھی ماہیے تخلیق کر کے ماہیے کو پروان چڑھانے میں معاون ثابت ہوتے رہے۔ یوں ماہیا ایک متنازعہ صنفِ سُخن ہونے کے ساتھ ساتھ اُردو ادب میں اپنی جڑیں مضبوط کرتا چلا گیا۔

اردو میں ماہیا کی دو صورتیں رائج ہوئیں: ایک قدیم کلاسیکی انداز جس کے مطابق ماہیا ڈیڑھ مصرعہ کی تحریری صورت میں تحریر کیا جاتا ہے اور دوسری صورت میں ماہیا تین غیر مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں جو ماہیے تحریر کیے گئے وہ تین مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل تھے لیکن جلد ہی اس روایت کو غلط قرار دے کر تین غیر مساوی الوزن مصرعوں کو درست مان لیا گیا لیکن تحریری صورت میں تین مصرعوں کی ہیئت ہی کو اپنایا گیا۔ تین غیر مساوی الاوزان مصرعوں پر مشتمل ہیئت کے مطابق ماہیا کے پہلے اور تیسرے مصرعے کا وزن برابر ہوتا ہے، جبکہ دوسرا مصرعہ ایک یا دو حروف کم پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس مباحثے میں دو گروہ منظر عام پر آئے۔ جن کے مابین مضامین کا سلسلہ رسائل و جرائد میں کافی دہائیوں تک جاری رہا۔ پہلا گروہ جو کہ اس خیال کا حامی تھا کہ ماہیا تین غیر مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل ہے، حیدر قریشی کو اپنا سرخیل تسلیم کرتا ہے۔ حیدر قریشی کی تقلید میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر انور سدید اور ڈاکٹر صابر آفاقی کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان ناقدین فن کے ہاں ماہیا کو تحریر کرنے کے دو اوزان درست ہیں:

1. فعلن فعلن فعلن فعلن فع فعلن فعلن فعلن
2. مفعول مفاعیلن فعل مفاعیلن مفعول مفاعیلن

اردو ماہیے کو زیادہ تر شعراء نے انہی اوزان اور اسی تحریری شکل میں لکھنے کو ترجیح دی۔ اس روش کی تقلید میں بہت سے قابل قدر شعراء نے ماہیے تخلیق کیے۔ وہ شعراء جو ان اوزان میں ماہیے تخلیق کرتے رہے وہ حیدر قریشی اور ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کو اس تحریک کا سرخیل تسلیم کرتے ہیں۔ حیدر قریشی کا تین غیر مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل ماہیا ملاحظہ ہو:

تُو خود میں اکیلا ہے
تیرے دم سے مگر
سنسار کا میلا ہے[2]

تین غیر مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل ماہیے تخلیق کرنے میں نذیر فتح پوری، پروین اشک کمار، آل عمران، رشید اعجاز، ذوالفقار احسن، اجمل جنڈیالوی، سعید شہاب، عارف فرہاد، شاہدہ ناز، ضمیر اظہر، خاور اعجاز، افتخار شفیع، یوسف اختر، امین خیال، بسمہ طاہر، اجمل پاشا، غزالہ طلعت، نذر عباس، قمر ساحری، انور مینائی اور رانا غلام شبیر کے نام قابل ذکر ہیں۔

اس کے برعکس دوسرا گروہ جو اردو ماہیے کو قدیم پنجابی ماہیا کے اوزان اور تحریری صورت میں لکھنے کا حامی ہے۔ ان کے نزدیک ماہیا ڈیڑھ مصرعہ کی رومانوی نظم ہے جس میں پہلا مصرعہ دوسرے مصرعے کا نصف ہوتا ہے یا یوں کہہ لیا جائے کہ ماہیا کے پہلے مصرعے میں دو رُکن اور دوسرے مصرعے میں چار رُکن ہوتے ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ اس نقطۂ نظر کے مطابق اُردو ماہیا قدیم پنجابی ماہیے کے وزن کے قریب ترین تصور کیا جاتا ہے۔ اس وزن کے مطابق ماہیا دو صورتوں اور دو بحروں میں تحریر کیا جا سکتا ہے۔ عروضی حوالے سے ماہیا "مفعول مفاعیلن" تین بار کی ہیئت میں تحریر کیا جا سکتا ہے:

مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن

دوسری صورت میں ماہیا "فعلن" پانچ بار لکھنے کی تحریری ہیئت میں بھی تحریر کیا جا سکتا ہے اور اگر اسے ماتروں میں لیا جائے تو اس کے کل 12 ماترے بنتے ہیں، پہلے حصے میں پانچ ماترے ہوتے ہیں اور دوسرے مصرعے میں سات ماترے لیے جائیں گے۔ یہ وزن پنجابی ماہیے کے اصل وزن کے قریب ترین خیال کیا جاتا ہے۔ اس نکتہ نظر کے حامی شعراء نے نہ صرف ماہیے تخلیق کیے بلکہ رسائل و جرائد میں اپنے مؤقف کو بیان کرنے کے لیے مضامین اور کالم بھی تحریر کرتے رہے۔ اس روش کی تقلید میں بیشتر وہ ناقدین اور شعراء شامل ہیں جو کہ خالصتاً دیہات کے کلچر

سے وابستہ ہیں۔ پنجابی ادب اور پنجابی قواعد سے اچھی طرح آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ خالصتاً پنجابی زبان اور پنجابی زبان کی پیچیدگیوں اور باریکیوں سے بھی اچھی طرح واقف ہیں۔ ان شعراء اور ناقدین میں ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، پروفیسر شارب، ڈاکٹر یوسف الرحمن ڈار، ڈاکٹر سرفراز حسین قاضی، احمد ندیم قاسمی، افضل پرویز، عبدالغفور قریشی، مقصود ناصر چوہدری، عاشق حسین عاشق، واصف علی واصف، نصیر الدین نصیر گیلانی، ساحر لدھیانوی، چراغ حسن حسرت، پروفیسر سعید اکرم اور اختر شیرانی کے نام قابل ذکر ہیں۔

بعض ناقدین کی آراء کے مطابق اُردو میں سب سے پہلے ہمت رائے شرما نے ماہیے تخلیق کیے۔ 1939ء میں ریلیز ہونے والی فلم "خاموشی" کے لیے تخلیق کیے جانے والے ہمت رائے شرما کے ماہیے اُردو کے اوّلین ماہیے تصور کیے جاتے ہیں۔ ایک اور رائے کے مطابق اردو کے اوّلین ماہیا نگار بننے کا سہرا "چراغ حسن حسرت" کے سر جاتا ہے۔ 1936ء میں تخلیق کردہ حسرت کے ماہیے "ایک گیت" کے عنوان سے تحریر کیے گئے جو کہ ان کی کتاب "باتیں حسن یار کی" میں شامل ہیں۔ اُردو ماہیے کی ابتدائی تخلیق کے متعلق تضادات محض ماہیے کی تحریری ہیئت اور اوزان سے وابستہ ہیں۔ ماہیے کے تکنیکی خد و خال، ہیئت اور اوزان کو اگر پس پشت ڈال دیا جائے تو بلاشبہ حسرت ہی اُردو کے اوّلین ماہیا نگار قرار پاتے ہیں۔ بعد ازاں اُردو ماہیے کی تخلیق میں قمر ساحری، ساحر لدھیانوی اور اختر شیرانی جیسے شعراء نے حصہ لیا۔ 1960 سے 1970ء کے دوران اردو ماہیا تحریر کرنے والوں میں بشیر منظر، عبدالمجید بھٹی، صغیر عشرت اور ثاقب زیروی کے نام قابل ذکر ہیں۔ 1983ء میں علی محمد فرشی نے ماہیے تخلیق کیے جو کہ پاکستان ٹیلی وژن سے ٹیلی کاسٹ ہوئے۔ اسی طرح اور بہت سے شعراء وقفے وقفے سے ماہیے تخلیق کرتے رہے۔ ان شعراء میں اکثر وہ تھے جنھوں نے تین غیر مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل ماہیوں کی غلط روش کو اختیار کیا اور تین مصرعوں پر ماہیے تخلیق کیے۔ بعد ازاں 1983ء کے بعد جب ماہیے کی عروضی بحث کا آغاز ہوا تو ماہیے کو ایک صِنف کا درجہ حاصل ہوا۔ تب شعراء کی پوری کھیپ ماہیا نگاری کی طرف راغب ہوئی اور پنجابی کے درست وزن میں ماہیے کہنے کی روش کو رسائل و جرائد میں مضامین کے ذریعے عام کرنے کے لیے کاوشوں کا آغاز ہوا۔

اُردو میں در آنے کے بعد ماہیا ابتداء میں فلمی دنیا کی زینت بنا رہا۔ چوں کہ پنجابی ماہیا بنیادی طور پر ایک گیت ہے اور اس کو گانے کا ایک خاص ڈھنگ اور لَے ہے۔ اس لیے اُردو میں ماہیا نگاری کا آغاز فلمی گیتوں کے طور پر ہوا۔ عشق و عاشقی اور رومان پرور علموں میں ماہیا کو بہت سراہا گیا۔ چراغ حسن حسرت کو چونکہ اوّلین ماہیا نگار ہونے کا شرف حاصل ہے انہوں نے سب سے پہلے ماہیے "ایک گیت" کے عنوان سے تخلیق کیے جو سب سے پہلے ہفت روزہ شیرازہ میں 24 جولائی 1937ء میں شائع ہوئے۔ ان کے تخلیق کردہ ماہیوں پر اگرچہ "ایک گیت" کا عنوان چسپاں تھا لیکن اُردو میں ماہیا کے اوّلین تخلیق کار چراغ حسن حسرت ہی ہیں ان کے یہ ماہیے گیت کے طور پر فلم باغبان میں گائے گئے۔

باغوں میں پڑے جھولے
تم بھول گئے ہم کو ہم تم کو نہیں بھولے

بعد ازاں ہمت رائے شرما نے ماہیے تخلیق کیے لیکن ان کے تخلیق کردہ ماہیے تین غیر ہم وزن مصرعوں پر مشتمل تھے، جو کہ پنجابی اوزان سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ ہمت رائے شرما کے تخلیق کردہ ماہیے اُردو فلم "خاموشی" کے لیے ریکارڈ کرائے گئے۔ ان کے یہ ماہیے 1939ء میں ریلیز ہونے والی فلم "خاموشی" میں بطور گیت شامل ہوئے۔

اک بار تو مل ساجن
آکر دیکھ ذرا
ٹوٹا ہوا دل ساجن

بیسویں صدی کی پانچویں دہائی میں ریلیز ہونے فلم "پھاگن" میں قمر جلالوی کے تخلیق کردہ ماہیوں کو گایا گیا۔ بعد ازاں ساحر لدھیانوی نے بھی فلم "نیا دور" کے لیے ماہیے تخلیق کیے۔ اسی طرح شعراء گاہے گاہے فلموں کے لیے ماہیے تخلیق کرتے رہے۔ گلوکاروں نے مخصوص دُھنیں اپنا کر ماہیے گائے جو کہ فلمی دنیا میں بہت مقبول ہوئے۔ نہ صرف فلمی دنیا کے لیے بلکہ پرائیویٹ گیتوں کے طور پر بھی بہت سے گلوکاروں نے ماہیے ریکارڈ کروائے۔

ماہیا چوں کہ ایک مختصر رومانوی گیت ہے جس کا بنیادی موضوع عشق و عاشقی اور پیار محبت کے جذبات سے تعلق رکھتا ہے۔ خصوصاً عورت اپنے جذبات کا اظہار جب مخصوص لے اور ترنم کے ساتھ کرتی ہے تو وہ بطور صنف ماہیا کہلاتا ہے۔ ماہیا کے بنیادی موضوع کے تحت ماہیا محبوب سے محبت، محبوب کے حسن و جمال کا بیان، ہجر و فراق کے جذبات و احساسات، گلے شکوے، چھیڑ چھاڑ، شرارت اور بے وفائیوں کے گلے جیسے موضوعات پر مبنی ہے۔ پنجابی سے اُردو میں در آنے کے بعد اُردو ماہیے میں پنجابی ماہیے کے تمام تر موضوعات کا وسیع اور جامع بیان ملتا ہے۔ اردو میں در آنے کے بعد بھی ماہیے کا بنیادی موضوع حسن و جمال اور عشق و عاشقی ہی رہا ہے۔ چوں کہ تکنیکی اعتبار سے ماہیا مخصوص دُھن اور لَے ہونے کی نسبت سے مختصر گیت کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس کا بنیادی موضوع رومانویت اور عشق و عاشقی پر مشتمل ہے۔ ماہیا اپنے اندر بے پناہ وسعت اور جامعیت رکھتا ہے جس کا اندازہ اس کو پڑھنے یا سننے کے بعد ہوتا ہے۔ اُردو میں در آنے کے بعد پنجابی کے تمام تر موضوعات کو اردو ماہیا میں بیان کیا گیا ہے۔ عشق و عاشقی کے علاوہ زندگی اور زندگی سے وابستہ احساسات و جذبات کا اظہار زندگی سے وابستہ مسائل و مشکلات، روزمرہ کے معمولات رشتہ داریاں، تعلقات، میل جول، شادی بیاہ، میلوں ٹھیلوں، فطرت کا بیان، تصوف و معرفت کے موضوعات، حمدیہ و نعتیہ موضوعات حتیٰ کہ فلسفیانہ موضوعات کو بھی اُردو ماہیے میں جابجا بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ حمدیہ اور نعتیہ موضوعات کو پنجابی ماہیے میں زیادہ بیان نہیں کیا گیا تھا۔ ان موضوعات کو اُردو ماہیے میں کثرت سے بیان کیا گیا۔ جبکہ دیگر موضوعات جن کو پنجابی میں بیان نہیں کیا گیا تھا، ان کو اُردو میں کثرت سے بیان کیا گیا۔ حمدیہ اور نعتیہ ماہیوں کے علاوہ دعائیہ ماہیے بھی اُردو میں کثرت سے تحریر کیے گئے۔ تصوف و معرفت کے مضامین یا مثالی زندگی کے متعلق موضوعات کو ماہیے کی صورت میں بہت خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ موضوعات کے حوالے سے اردو ماہیا پنجابی ماہیے کی نسبت زیادہ وسعت اور جدت کا حامل ہے۔ بدلتے حالات کو اپنے اندر سمو لینے کی صلاحیت اُردو ماہیے میں زیادہ مؤثر انداز میں ملتی ہے۔ بدلتی معاشرت، شہری و دیہاتی زندگی کی تمام تر رعنائی، عشق و محبت میں جدید خیالات کا بیان اور محبوب کے حسن و جمال جیسے موضوعات کو اُردو ماہیے میں جابجا استعمال کیا گیا ہے۔ اُردو ماہیے میں نہ صرف شہری زندگی کی عکاسی کی جاتی رہی ہے بلکہ دیہاتی زندگی کی خوبصورتی کو بھی اُردو ماہیے میں اکثر بیان کیا گیا ہے۔ ماہیے کی انفرادیت اور دلچسپی کو قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ روزمرہ زندگی سے وابستہ ہر طرح کا موضوع اردو ماہیے میں آسانی سے سما سکتا ہے۔ اگرچہ اُردو ماہیے کا بنیادی موضوع بھی رومانوی خیالات پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود اُردو ماہیے میں شعراء نے ہر اس پہلو اور موضوع کو بیان کرنے کی سعی کی ہے جس کو پنجابی ماہیے میں زیادہ نہیں چھیڑا گیا۔ سہل پسندی اور اختصار کے باعث یہ صنف دوسری اصناف کے مقابلے میں قارئین پر جلد اور دیرپا اثرات مرتب کرنے کی طاقت و صلاحیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو میں در آنے کے بعد ہر طرح کے شعراء نے اس صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

> "ماہیا کا تاثر ہمہ گیر ہے۔ اس کے موضوعات متنوع ہیں اور اس کا آہنگ بے مثل ہے۔ رموزِ حُسن و عشق کے علاوہ اس میں فلسفہ و نفسیات تک کے نکات مل جاتے ہیں۔"[3]

پنجابی ماہیے کی طرح اردو ماہیا بھی دراصل ڈیڑھ مصرعہ کا ہوتا ہے جس میں پہلا مصرعہ دوسرے مصرعے کے مقابلے میں آدھا ہوتا ہے۔ اگرچہ اُردو میں در آنے کے بعد بہت سے ناقدین اور شعراء نے ماہیے کو محض اپنی آسانی کے لیے تین مصرعوں پر مشتمل ثلاثی نما صنفِ سُخن

قرار دینے کی کوشش کی لیکن یہ غلط روش زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی۔ شعراء بہت جلد تین مصرعوں پر مشتمل ثلاثی نما صنف سے جان چھڑا کر ڈیڑھ مصرعہ کی درست ہیئت کی طرف راغب ہونا شروع ہو گئے۔ ڈیڑھ مصرعہ پر مشتمل مختصر صنفِ سُخن جس میں پہلا مصرعہ دوسرے مصرعے سے نصف ہوتا ہے۔ پہلا مصرعہ پنجابی ماہیے کی طرح قافیہ بندی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اُردو ماہیے میں زیادہ تر ایسے ماہیے دیکھنے کو ملتے ہیں جن میں دونوں مصرعے مل کر موضوع کو تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

"ہیں ثور و حرا روشن
اُس نور کے پیکر نے ہر شے کو کیا روشن"[4]

اردو ماہیے کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ بعض اوقات غیر مردف ماہیے بھی دیکھنے کو مل جاتے ہیں جن میں ردیف کا استعمال نہیں ہوتا، محض قافیہ بندی سے ہی کام چلا لیا جاتا ہے۔ تاہم ردیف کے بنا بھی ماہیا اپنے رنگ ڈھنگ اور دلچسپی کو قائم رکھتا ہے۔ اُردو ماہیے میں صوتی قافیہ اور لفظی قافیہ دونوں طرح کے قوافی سے کام لیا جاتا ہے۔ مردف ماہیے کی مثال ملاحظہ ہو:

"اے کالی کملے والے
اے شاہِ شبِ اسریٰ کونین کے رکھوالے"[5]

اسی طرح اُردو ماہیے میں قافیے کے ساتھ ردیف کا استعمال بھی کثرت سے ملتا ہے۔ شاعر اپنی ضرورت کے تحت ردیف کا استعمال کرتا ہے۔ تاہم ایسے ماہیے جن میں ردیف استعمال نہیں ہوتی وہ بھی اپنا ابلاغ بغیر کسی رکاوٹ کے پورا کرتے ہیں۔ مردف ماہیوں کی مثال ملاحظہ ہو:

"تُو خود میں اکیلا ہے
تیرے دم سے مگر
سنسار کا میلا ہے"[6]

اُردو ماہیے میں بعض اوقات شعراء اپنا تخلص بھی استعمال کرتے ہیں۔ پنجابی ماہیا اگرچہ کسی شاعر سے منسوب نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا تخلیق کار کوئی ایک شخص ہوتا ہے اس لیے جو ماہیے پنجاب کے دیہات کی تخلیق ہیں ان میں تخلص استعمال نہیں کیا جاتا۔ جبکہ اُردو ماہیے کا تخلیق کار واحد فرد ہوتا ہے اس لیے اردو میں کئی ایسے ماہیے بھی موجود ہیں جن میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک ماہیا ملاحظہ ہو:

"اک جلوۂ نورانی
اے جانِ جہاں کب سے بیتاب ہے فیضانیؔ"[7]

اُردو ماہیے میں تشبیہات و استعارات، محاورات اور ضرب الامثال کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔ چوں کہ پنجابی ماہیے کی طرح اردو ماہیے کا بنیادی موضوع بھی عشق و عاشقی اور رومان پرور جذبات و احساسات پر مشتمل ہے اس لیے محبوب یا عاشق کے لیے تشبیہات و استعارات کا استعمال ماہیے کی خوبصورتی اور دلکشی کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ پنجابی ماہیے کی طرح بعض اوقات محبوب کو چاند سے تشبیہ یا استعارہ کر کے مخاطب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دیگر مضامین اور موضوعات میں تشبیہات و استعارات کا استعمال کثرت سے دیکھنے کو ملتا ہے۔ محاورات کا استعمال زیادہ تر ماہیے کے دوسرے مصرعے میں ملتا ہے۔ وہ محاورات جو روز مرہ گفتگو کا حصہ ہوتے ہیں اور عام بول چال میں استعمال ہوتے ہیں ان کو ماہیوں میں خاص تکنیک سے استعمال کیا جاتا ہے جس سے ماہیے کی دلچسپی اور انفرادیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ امین خیال کا ایک ماہیا بطور مثال ملاحظہ ہو:

"کیا بادِ بہاری ہے
سبز پری جیسی یہ دھرتی ہماری ہے"[8]

ماہیے کا مزاج عاشقانہ ہوتا ہے لیکن اس میں صوفیانہ موضوعات کے علاوہ دیگر روز مرہ زندگی سے سے وابستہ موضوعات بھی بآسانی بیان کیے جاسکتے ہیں۔ ماہیا اگرچہ ایک مختصر صنفِ سُخن ہے اور آسان الفاظ کو مختصر پیرائے میں بیان کیا جاتا ہے، تاہم اس میں ہر طرح کا پیچیدہ موضوع بیان کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ دیگر اصناف کی طرح اس میں بھی ہر طرح کا خیال اور جذبات کا اظہار ملتا ہے۔ ماہیا داخل سے خارج کی طرف راغب ہوتا ہے اور انسانی فطرت کی ترجمانی کرتا ہے۔ ماہیا تجربے اور مشاہدے کو اختصار اور کفایت لفظی سے پیش کرتا ہے۔ حمید اللہ ہاشمی تحریر کرتے ہیں:

"ماہیا موضوع اور مواد کے لحاظ سے اُردو اور فارسی غزل کے قریب ترین پہنچتا ہے۔ ہر شعر کا الگ موضوع، ردیف اور قافیے کی سخت پابندی اور عموماً نازک اور رسیلے الفاظ کا استعمال اور محاورات کو کافی دخل حاصل ہے۔"[9]

ماہیا دراصل فطرت کی باریکیوں کا مختصر اور جامع بیان ہے۔ اردو میں در آنے کے بعد ماہیا محض اُردو تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ دیگر زبانوں عربی، فارسی، بنگالی، ہندی، گجراتی اور میرٹھی میں بھی تخلیق ہوتا رہا ہے۔ پنجاب کی سرزمین سے پھوٹنے والا ماہیا آہستہ آہستہ شہرت دوام حاصل کرتا ہو بین الاقوامی سطح پر بھی شہرت و مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ ماہیا ایک سدا بہار لوک گیت ہے جس کو ہر علاقے اور ہر زبان کے لوگوں نے سراہا اور پسند کیا۔ اختصار ماہیا کی بنیادی خوبی ہے لیکن سننے والوں کے لیے اس میں تخیل کا ایک عمیق ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔ یہ مختصر صنفِ سُخن تجربے اور مشاہدے کا انمول نمونہ ہوتی ہے۔ فطرت کے مناظر کا بیان اور انسانی رشتوں اور جذبوں کا بیان ماہیا کا بنیادی وصف خیال کیا جاتا ہے۔ اختصار اور سہل پسندی کے باعث ماہیا دوسری اصنافِ سُخن سے بالکل الگ ہے جس کو اُردو ادب میں خاص اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔

حوالہ جات

1 ظہیر غازی پوری، "**اردو ماہیا— فن تکنیک اور موضوع**"، مطبوعہ (لاہور: اوراق، جنوری فروری 1998ء)، ص274-

2 حیدر قریشی، "**اردو میں ماہیا نگاری (تحقیق و تنقید)**"، (اسلام آباد: فرہاد پبلی کیشنز 1997ء)، ص79-

3 احمد ندیم قاسمی، "**پاکستان کے عوامی گیت**"، (کراچی: ادارۂ مطبوعات، 1964ء)، ص158-

4 ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر، مطبوعہ ماہنامہ، "**بھنگڑا**"، (گجرانوالہ: مارچ تا جون 1997ء)، ص17-

5 نصیر الدین نصیر گیلانی، پیر، سید، "**کلیاتِ نصیر گیلانی**"، (اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلی کیشنز، گولڑہ شریف، 2019ء)، ص58-

6 حیدر قریشی، "**اردو میں ماہیا نگاری (تحقیق و تنقید)**"، (اسلام آباد: فرہاد پبلی کیشنز 1997ء)، ص79-

7 عزیز فیضانی دار پوری، مرزا "**متاعِ عزیز**"، (ایبٹ آباد: فیضانی مل لائبریری، 1984ء)، ص78-

8 حیدر قریشی، "**اردو میں ماہیا نگاری (تحقیق و تنقید)**"، (اسلام آباد: فرہاد پبلی کیشنز 1997ء)، ص106-

9 حمید اللہ شاہ ہاشمی، "**پنجابی زبان و ادب**"، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، 1988)، ص322-